جلد ۲۲ | مورخہ ۱۴ر صفر ۱۳۵۴ھ | یوم شنبہ | مطابق ۱۸ر مئی ۱۹۳۵ء | نمبر ۱۶۷

مدینۃ المسیح

قادیان ۱۶ر مئی کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ڈاک معرفت پوسٹماسٹر صاحب حیدرآباد سندھ ارسال کی گئی ہے۔

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں خیر و عافیت ہے۔

۱۶ مئی ۱۲ بجے کی گاڑی سے کمانڈنگ افسر صاحب میجر نکلسن ۱/۱۵ پنجاب رجمنٹ انبالہ چھاؤنی تشریف لائے ۱۲ر احمدی نوجوان بھرتی کئے اور ۴ بجے بذریعہ موٹر واپس چلے گئے۔

جناب ناظر صاحب تعلیم و تربیت نے اعلان کیا ہے۔ کہ جملہ سکرٹری صاحبان تعلیم و تربیت و انجمن ہائے لجنہ اماء اللہ و جملہ مبلغین نظارت دعوت و تبلیغ کی خدمت میں التماس ہے کہ اپنے اپنے حلقہ کی سالانہ رپورٹیں جلد تر نظارت تعلیم و تربیت میں ارسال کر کے مشکور فرمائیں۔ یہ رپورٹیں تعلیم و تربیت سے تعلق رکھنے والے امور پر مشتمل ہونی چاہئیں۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

محبت الٰہی کے حصول کیلئے آستانہ الوہیت پر گرے رہو

فرمایا۔ "جو شخص اللہ تعالےٰ کے حضور عاجزی کرتا ہے اور دعاؤں سے کام لیتا ہے۔ اور تھکتا نہیں۔ تو جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے وعدہ کیا ہے۔ اس پر اپنی راہ کے دروازے کھول دیتا ہے۔ یہی اصول یہاں بھی ہے۔ کیونکہ مجھے اُس خدا نے مامور کر کے بھیجا ہے۔ پس اگر کوئی یہاں آتا ہے۔ اس لئے کہ وہ شعبدہ بازی دیکھے۔ اور پھونک مار کر ولی بنا دیا جائے۔ تو ہم صاف کہتے ہیں۔ کہ ہم پھونک مار کر ولی نہیں بناتے۔ جو شخص جلد بازی سے کام لیتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کو آزماتا ہے خدا اس کی پروا نہیں کرتا۔ تو مجھے اس کی کیا پروا۔ اتنا ہی نہیں سمجھ لینا چاہئے۔ کہ خدا غفور رحیم ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ماننا چاہیئے۔ کہ وہ غنی بھی ہے۔ اگر ساری دنیا اتقیٰ قلب لے کر آئے۔ تو اس کی الوہیت کی شان ایک ذرہ بھر بھی بڑھ نہ جائے گی۔ اور اگر اتقیٰ نہ ہو۔ تو اس سے کچھ کم نہ ہوگا۔ اس لئے طالب صادق کا پہلا کام یہ ہونا چاہیئے۔ کہ وہ یہ سمجھ لے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غنی بے نیاز ہے۔ اس کو حاجت اس امر کی نہیں۔ کہ میں اس کی طرف رجوع کروں۔ بلکہ مجھے حاجت اور ضرورت ہے کہ اس کی طرف رجوع کروں۔ اور اس کے آستانۂ الوہیت پر گروں۔ جب انسان یہ سمجھ لیتا ہے۔ کہ خدا کو میری حاجت نہیں۔ مجھے خدا کی حاجت ہے۔ تو اس میں ایک طالب صادق کا جوش پیدا ہوتا ہے اور وہ خدا کی طرف رجوع کرنے لگتا ہے۔" (الحکم ۳۱ر مئی ۱۹۰۴ء)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا سفر سندھ

مختصر حالات

احمد آباد سٹیٹ (سندھ) ۱۲ رمئی کل اڑھائی بجے بعد دوپہر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز اور حضور کے ہمراہی جھڈو سٹیشن پر اترے۔ اور حیدر آباد کی طرف روانہ ہونے کا تار قادیان دے دیا گیا۔ سٹیشن پر ویٹنگ روم میں حضور نے قیام فرمایا۔ تھوڑی دیر آرام فرمانے کے بعد حضور نے ظہر و عصر کی نمازیں ویٹنگ روم میں پڑھائیں۔ جھڈو سے احمد آباد سٹیٹ ۱۲ میل دور ہے

۶ بجے شام کو دو پارٹیوں میں قافلہ روانہ ہوا۔ حضور نے گھوڑے پر سوار ہونا پسند فرمایا۔ گھوڑوں پر حضور کے ہمراہ چودھری غلام احمد صاحب مینجر احمد آباد سٹیٹ۔ جناب چودھری فتح محمد صاحب سیال۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اور چند اور اصحاب تھے۔ ایک پارٹی بذریعہ کار روانہ ہوئی۔ جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مولوی عبد المغنی خان صاحب۔ چودھری محمد سعید صاحب پسر خان بہادر چودھری محمد دین صاحب بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی۔ اور خاکسار پر مشتمل تھی۔ ایک جگہ موٹر ٹھہرا کر حضور سے عرض کیا گیا۔ کہ اگر اجازت ہو۔ تو جلد احمد آباد پہلے پہنچ کر منتظر احباب کو اطلاع دی جائے۔ کہ حضور گھوڑے پر تشریف لا رہے ہیں حضور نے اجازت تو دیدی لیکن حضور موٹر کی نسبت گھوڑے کی تیز رفتار سے پہلے احمد آباد پہنچ گئے۔ موٹر کے پاس سے گزرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ کہ اب جا کر ہم اطلاع دیتے ہیں۔ کہ موٹر کی سواریاں پیچھے آ رہی ہیں ؎

احباب احمد آباد سٹیٹ نے خوبصورت گیٹ بنایا ہوا۔ اور راستہ سجایا ہوا تھا۔ احباب نے اللہ اکبر کے نعروں سے حضور کا استقبال کیا۔ گھوڑوں والے چند احباب بھی حضور کے ساتھ پہنچ سکے۔ اور باقی آہستہ آہستہ رات کو پہنچتے رہے۔ ایک صاحب صبح کو پہنچے۔ وہ راستہ میں ٹھہر گئے تھے۔ رات دس بجے کے قریب حضور نے مغرب و عشاء کی نمازیں پڑھائیں۔ اس کے بعد حضور نے خدام کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔

رات حضور ۱۲ بجے سوئے صبح کی نماز کے وقت حضور کی طبیعت اچھی نہ تھی۔ ۹ بجے کے قریب ایک صاحب اہل قرآن حضور سے ملاقات اور گفتگو کرنے کے لئے تشریف لائے۔ ان سے کوئی آدھ گھنٹہ تک مختلف مسائل پر حضور نے گفتگو کی۔ اس کے بعد حضور نے سندھ کمیٹی کے ممبران سے ضروری امور کے متعلق مشورہ کیا۔ جماعت احمدیہ حیدر آباد نے حضور سے درخواست کی تھی۔ کہ حضور حیدر آباد میں تقریر فرمائیں۔ حضور نے یہ درخواست منظور فرمالی ہے۔ انشاء اللہ ۱۸ رمئی کی شام کو حضور کا پبلک لیکچر ہو گا۔ خاکسار یوسف علی بی۔ اے پرائیویٹ سکرٹری

مولوی فاضل کے تیسرے پرچہ میں افسوسناک غلطی

قابلِ توجہ پنجاب یونیورسٹی

مولوی فاضل کے تیسرے پرچہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی ایسے ممتحن نے مرتب کیا ہے۔ جو نیا ہونے کے علاوہ عربی کا پورا ماہر بھی نہیں۔ اور اسے یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ یہ پرچہ کس طرح مرتب کرنا چاہیئے۔ تیسرا پرچہ ۱۰۰ نمبر کا ہوتا ہے۔ جس میں کل چار کتابیں ہیں۔ مقامات حریری (۲) الکامل للمبرد جزو اول (۳) مقدمہ ابن خلدون (۴) المطول یا اسرار البلاغہ یعنی آخر الذکر دو کتابوں میں سے طالب علم کو اختیار ہوتا ہے۔ کہ جو چاہے لے۔ مگر اس مرتبہ پرچہ میں پانچوں کتابوں کے بیس بیس نمبر رکھے گئے ہیں۔ گویا جو نمبر چار کتابوں پر تقسیم ہونے چاہیئے تھے۔ وہ پانچ پر تقسیم کر دیئے گئے ہیں۔ جس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) یا تو ممتحن کو اس کا علم نہ تھا۔ اس صورت میں یونیورسٹی کا فرض تھا۔ کہ اسے یہ اطلاع بہم پہنچاتی۔

(۲) دونوں کتابیں لازمی کر دی گئی ہیں۔ اس کا اعلان کیا جانا چاہیئے تھا۔ جو نہیں کیا گیا۔ علاوہ ازیں یونیورسٹی کا فرض تھا۔ کہ پرچہ تیار ہو کر آنے پر قواعد کے مطابق بنا دیتی۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ یہ بھی نہیں کیا گیا۔ ورنہ یہ کوئی دقیق غلطی نہ تھی۔

اب جن طلباء نے دونوں کتابوں میں سے کسی ایک کی تیاری کی۔ وہ امتحان میں دوسری کتاب کے سوالات کو حل نہیں کر سکا۔ اور اس کے نمبروں میں بیس کی کمی ہو جائے گی۔ چونکہ ذمہ واری پرچہ مرتب کرنے والے پر پڑتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ صرف چار کتابوں کے سوالات پر کل نمبر تقسیم کر دیئے جائیں ؎

چھبیس ۲۶ مئی اور احمدیوں کے پبلک جلسے

نمائندگانِ مجلس مشاورت اور ان معزز مہمانوں کو جو گذشتہ ماہ مجلس شوریٰ کے موقعہ پر قادیان تشریف لائے تھے۔ انہیں معلوم ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے ایک نہایت مبسوط اور مفصل خطبہ کے ذریعہ تمام جماعت ہائے احمدیہ سے یہ مطالبہ فرمایا تھا۔ کہ ۲۶ رمئی بروز اتوار ہر جگہ جلسے کئے جائیں۔ اور تحریک جدید کے مختلف پہلوؤں پر وضاحت سے روشنی ڈالی جائے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے پیش فرمودہ لائحہ عمل پر جماعت کے ایک معتدبہ حصہ نے اگرچہ پورے اخلاص اور مستعدی کے ساتھ لبیک کہا۔ اور اپنی سرفروشانہ خدمات اپنے آقا کے حضور پیش کر دی ہیں۔ لیکن اس میں کیا شبہ ہے کہ ابھی ایک حصہ جماعت اس بات کا محتاج ہے۔ کہ اس کے سامنے بار بار ان مطالبات کو رکھا جائے۔ تا اگر پہلے کسی وجہ سے وہ اس ثواب کے حاصل کرنے سے محروم رہا ہے۔ تو اب شامل ہو کر اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی رضا کا مستحق ثابت کرے۔ پھر جن لوگوں نے تحریک جدید کے مالی پہلو کو پورا کرنے کے وعدے کئے ہوئے ہیں۔ ان کے متعلق بھی یہ ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے وعدوں کو پورا کریں۔ غرض کمزوروں کو ہوشیار کرنے اور ہوشیاروں کو اور زیادہ پُرجوش بنانے کے لئے ۲۶ رمئی کو ہر جگہ جلسے کئے جائیں۔ جن میں مقامی جماعتوں کے تمام افراد شریک ہو کر تحریک جدید کی اہمیت پر تقاریر سنیں۔ اور اپنی عملی زندگی اس پروگرام کے مطابق بنانے کی کوشش کریں۔ جو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی طرف سے انکے سامنے پیش کیا گیا ہے۔

کیا سمندر کو لاہور بلایا گیا ہے

پشاور میں یہ افواہ مشہور ہے۔ کہ غیر مبائعین نے سمندر ہزاروی کو غائب کر دیا ہے۔ گمان غالب یہی ہے۔ کہ اسے کسی خاص مقصد کے لئے لاہور بلوایا گیا ہے۔ وہ مقصد جو کچھ ہو سکتا ہے ظاہر ہے

نامہ نگار

مضمون نویس احباب سے گزارش

الفضل میں یہ التزام ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے ساتھ (صلعم) نہ لکھا جائے۔ بلکہ پورا فقرہ (صلے اللہ علیہ وسلم) لکھا جاتا ہے۔ مضمون نگار احباب کو اس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے۔ تاکہ ان کے مضامین میں جگہ جگہ یہ اصلاح نہ کرنی پڑے ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ صفر ۱۳۵۴ھ

کیا کفر میں لتھڑے ہوئے علمائے جماعت احمدیہ مسلمان ہونے کا فتویٰ حاصل کرے؟

پہلے "دیوانِ عالی" کے ارکان اپنا مسلمان ہونا ثابت کریں

اخبار "احسان" نے جماعت احمدیہ کے سامنے "ہر خیال اور ہر عقیدہ کے مسلمان علماء کے ایک دیوانِ عالی سے اپنے مسلمان ہونے کا فتوےٰ حاصل کرنے کی جو "تجویز" پیش کی ہے۔ اس کے ایک حصہ کی توضیح پر ایک گزشتہ پرچہ میں روشنی ڈالی جا چکی ہے اب اس کے دوسرے پہلو کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

علماء میں زمین و آسمان کا اختلاف

"احسان" نے جن الفاظ میں اپنی تجویز پیش کی ہے۔ انہی سے ظاہر ہے۔ کہ مسلمان علماء مذہبی خیالات اور عقائد کے لحاظ سے آپس میں متفق نہیں۔ بلکہ ان میں بہت بڑا اختلاف موجود ہے۔ ان کے خیالات ایک دوسرے کے خلاف۔ اور ان کے عقائد ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔ اسی لئے "احسان" کو یہ لکھنا پڑا۔ کہ احمدی "اپنے پیشوا کے عقائد و دعاوی ہر خیال اور ہر عقیدہ کے مسلمان علماء کے ایک دیوانِ عالی کے سامنے پیش کر کے اپنے کفر و اسلام کے متعلق فتوےٰ حاصل کریں" ورنہ اگر مسلمان علماء ایک ہی خیال اور ایک عقیدہ کے ہوتے۔ تو پھر یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ صرف یہ کہا جاتا۔ کہ علماء کے دیوانِ عالی سے فتوےٰ حاصل کیا جائے۔

جتنے علماء اتنے ہی عقائد

اب سوال یہ ہے۔ کہ وہ علماء جن کے عقائد ایک دوسرے کے بالکل خلاف ہیں جو ایک دوسرے سے خیالات میں زمین و آسمان کا فرق رکھتے ہیں۔ اور جن کے متعلق مبالغہ کے رنگ میں نہیں۔ بلکہ امر واقعہ کے طور پر کہا جا سکتا ہے۔ کہ جتنے علماء "دیوانِ عالی" میں ہونگے۔ اتنی ہی اقسام کے ان کے عقائد اور خیالات ہونگے۔ ان کے سپرد کسی اختلافی مسئلہ کا فیصلہ کیونکر کیا جا سکتا ہے۔ اور کس طرح توقع ہو سکتی ہے۔ کہ وہ اس اختلاف کے متعلق دیانت دارانہ صورت اختیار کریں گے۔ اگر ان میں یہ اہلیت پائی جاتی۔ اگر انہوں نے عقائد کو بازیچۂ اطفال نہ بنا رکھا ہوتا۔ اگر وہ نفس پرستی کی خاطر بالکل اندھے نہ ہو چکے ہوتے۔ تو ایک دوسرے سے متحد کیوں نہ نظر آتے۔ اور کیوں آپس میں زمین و آسمان کا اختلاف رکھتے۔ لیکن جب وہ آپس میں ہی متحد نہیں ہو سکتے۔ اور وہ اپنے اختلاف کو دور کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ تو پھر اختلاف اور انشقاق کی اس معجونِ مرکب اور فتنہ و فساد کے اس زہریلے ڈھیر کا نام کس طرح "دیوانِ عالی" رکھ دیا جائے۔ اور اس سے کسی درست فیصلہ کی کیونکر توقع کی جا سکے۔

کفر میں ڈوبے ہوئے علماء

پھر ان علماء میں جو اختلافات ہیں وہ کوئی معمولی نہیں۔ بلکہ انتہا کو پہونچے ہوئے ہیں۔ یعنی وہ ایک دوسرے کو اسلام سے خارج کر چکے۔ اور کافر قرار دے چکے ہیں۔ پس جو لوگ خود ہی کفر کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان سے کسی جماعت کے کفر و اسلام کے فیصلہ کا خیال بھی دل میں لانا انتہا درجہ کی بیہودگی ہے۔

کہا گیا ہے۔ کہ "ان کے فتاوی کفر کی حیثیت محض انفرادی ہے۔ یعنی فتوے دینے والے اور وہ جن کے متعلق فتوے دیا جاتا ہے۔ افراد ہوتے ہیں۔ جماعات نہیں ہوتیں"۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ ایسے فتووں کا ایک بہت بڑا طومار پیش کیا جا سکتا ہے۔ جو فرقوں اور جماعات کے خلاف ہیں۔ اور جن میں ساری کی ساری جماعت کو خارج از اسلام قرار دیا گیا ہے۔ ذیل میں صرف "دیوانِ عالی" کے ارکان کی کفر بازی کا ایک شمہ پیش کیا جاتا ہے:-

شیعوں پر فتویٰ کفر

شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی فتاوئ عزیزی صفحہ ۱۹۱ و ۱۹۲ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"شبہ نیست کہ فرقۂ امامیہ منکرِ خلافت صدیقِ اکبر رضی اند۔ و در کتبِ فقہ مسطور است کہ ہر کہ انکارِ خلافتِ حضرت صدیقِ اکبر کند، منکر اجماعِ قطعی شد و کافر گشت۔۔ ۔۔۔۔۔۔ ہر گاہ بموجب روایات فقہ کفر آنہا ثابت شد۔ پس در ملاقات ایشاں نیز حکمِ ملاقات کفار جاری است"۔

یعنی اس میں شبہ نہیں۔ کہ فرقہ امامیہ (شیعہ) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا منکر ہے اور کتبِ فقہ میں لکھا ہے۔ کہ جو حضرت صدیق اکبر کی خلافت کا انکار کرے۔ وہ اجماع کا منکر اور کافر ہو جاتا ہے۔ اس سے کفار کی طرح ہی ملاقات کرنی چاہیئے۔

پھر شیعوں اور سنیوں کے درمیان رشتہ ناطہ کے متعلق فرماتے ہیں:-

"در مذہب حنفی موافق روایات مفتی بہ حکم فرقہ شیعہ حکم مرتداں است چنانچہ در فتاوئ عالمگیری مرقوم است۔ پس نکاح کردن از زن کہ دریں فرقہ باشد۔ درست نیست و در مذہب شافعی دو قول ہست بر یک قول کافر اند و در قولِ دیگر فاسق چنانچہ در صواعق محرقہ مسطور است۔ لیکن قطع نظر ازاں انعقاد مناکحت باایں فرقہ موجب مفاسد ہائے بسیار میگردد مثل بد مذہب شدن اہل خانہ و اولاد و عدم موافقت صحبت وغیر ذالک۔ پس احتراز ازاں واجب است"۔

یعنی شیعہ فرقہ کی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ شافعی مذہب میں شیعوں کو کافر اور فاسق سمجھا جاتا ہے، قطع نظر اس سے ایسا نکاح بہت سے مفاسد کا موجب ہوتا ہے۔

فرقہ ہائے اہل السنت پر فتویٰ کفر

ظاہر ہے۔ کہ یہ فتوےٰ تمام کے تمام شیعوں کے متعلق ہے۔ اس کے مقابلہ میں شیعوں کا فتوےٰ ملاحظہ ہو۔ جن کے نزدیک من حیث الجماعت سُنیوں کے تمام فرقے کافر ہیں۔ چنانچہ حدیقۃ الشہداء صفحہ ۶۵ میں یہ فتوےٰ درج ہے:-

"سوائے فرقہ اثنا عشریہ امامیہ کے ناجی نیست"

مسلمانوں کی باہمی تکفیر کا یہ مرض یہیں پر منتہی نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اس سے بھی آگے چلتا ہے۔ اور اہل السنت والجماعت کے تمام تمام فرقے ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ مقلدین کا غیر مقلدین کے متعلق فتوےٰ بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے:-

غیر مقلدین پر فتوئے کفر

"فرقہ غیر مقلدین جن کی علامات ظاہری اس ملک میں آمین بالجہر یعنی آمین پکار کر کہنا اور رفع یدین کرنا۔ اور نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا اور امام کے پیچھے الحمد پڑھنا اہل السنت والجماعت سے خارج ہیں۔ اور مثل دیگر فرق ضالہ رافضی خارجی وغیرہ کے ہیں ...... غیر مقلدین سے مخالطت اور مجالست کرنا ان کو اپنی خوشی سے اپنی مساجد میں آنے دینا شرعاً ممنوع ہے۔ ... ان کے پیچھے نماز درست نہیں۔ کیونکہ ان کے مسائل ... اور عقائد ... بعض موجب کفر اور بعض موجب مفسد نماز ہیں"۔ (رسالہ جامع الشواھد فی اخراج الوھابیین عن المساجد صلا۔۵)

مقلدین ائمہ اربعہ اور حضرات صوفیاء پر فتوئے کفر

اس کے مقابل پر غیر مقلدین یعنی وہابیوں نے حنفیوں اور مقلدین کے دوسرے گروہوں کے متعلق جو فتوے دیئے ہیں ان میں سے ایک ملاحظہ ہو۔

فتح المبین صـ۳۵ میں بحوالہ اعتصام السنہ صـ۸ لکھا ہے:۔

"چاروں اماموں کے مقلد اور چاروں طریقوں کے متبع یعنی حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی اور چشتیہ قادریہ۔ نقشبندیہ۔ مجددیہ وغیرہ سب لوگ مشرک اور کافر ہیں"۔

یہ تو مقلدین و غیر مقلدین کے باہمی جھگڑوں کا حال ہے۔ اب مقلدین کی باہمی تکفیر کا حال بھی ملاحظہ فرمایئے۔

دیوبندیوں پر فتوئ کفر

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اپنی کتاب حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین صـ۱۱۳ میں مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ مدرسہ دیوبند۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اور ان کے اتباع و مریدین کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:۔

"یہ سب کے سب کافر و مرتد ہیں۔ باجماع امت اسلام سے خارج ہیں۔ ... معتمد کتابوں میں ایسے کافروں کے حق میں فرمایا ہے کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کافر ہے"۔

بریلویوں پر فتوئ کفر

دیوبندی حضرات اپنی نسبت ایسا فتویٰ سن کر کب خاموش رہ سکتے تھے۔ انہوں نے ردّ التکفیر علی الفحاش الشنظیر شائع کر کے اس کے صلا میں لکھا۔

"مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی مع اذناب و اتباع کے کافر۔ اور جو انہیں کافر نہ کہے۔ اور ان کو کافر کہنے میں کسی وجہ سے بھی شک و شبہ کرے۔ وہ بھی بلاشبہ قطعی کافر"۔

مذکورہ بالا بیان سے یہ امر بخوبی ظاہر ہے۔ کہ اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کا کوئی ایسا فرقہ یا جماعت نہیں ہے۔ جو یہ دعوےٰ کر سکے۔ کہ اس پر کفر کا فتوے نہیں لگایا گیا۔ اندریں حالات بتایا جائے۔ کہ اس دیوانِ عالی میں کون سے علماء شریک ہوں گے۔ جو جماعت احمدیہ کے کفر و اسلام کا فیصلہ کرنے کے لئے بنایا جائے گا۔ جب ہندوستان چھوڑ ساری دنیا میں کوئی ایک بھی "عالم" ایسا نہیں۔ جس کے عقائد پر دوسرے فرقہ کے علماء کفر کا فتوے نہ لگا چکے ہوں۔ تو گویا دیوانِ عالی کا ہر ایک ممبر کفر کی عبا میں لپٹا ہو گا۔ کیا انہی لوگوں کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ ان سے اپنے مسلمان ہونے کا فتوے حاصل کرے۔ پہلے وہ اپنے مسلمان ہونے کا فتوے حاصل کر لیں۔ پھر احمدیوں کے کفر و اسلام کا فیصلہ کر دیں۔

دیوان عالی کی تجویز منظور

ہمیں احراریوں کے علماء کی دیوان عالی کی تجویز بسر و چشم منظور ہے۔ بشرطیکہ علماء میں کوئی ایسا شخص شریک نہ ہو۔ جس کے عقائد پر کفر کا فتوے لگ چکا ہو۔ اور جو خود فتویٔ تکفیر کے نیچے دبا ہوا ہو۔ بلکہ ہر شخص ایسے عقائد کا پابند ہو۔ جن پر آج تک کسی نے کفر کا فتوے نہ لگایا ہو۔

دوسری شرط جس کی معقولیت کا اعتراف ہر عقل و سمجھ رکھنے والا انسان کرے گا۔ یہ ہے۔ کہ دیوان میں وہی علماء شریک ہوں جنہوں نے آج تک جماعت احمدیہ کے خلاف کبھی اظہار رائے نہ کیا ہو۔ اور نہ اپنی عداوت اور دشمنی کا کھلا کھلا ثبوت پیش کر چکے ہوں تاکہ ٹھنڈے دل سے پیش کردہ امور پر غور کر سکیں۔ ورنہ وہ لوگ جو دن رات جماعت احمدیہ کی عداوت کی آگ میں جل رہے ہیں۔ جو جماعت احمدیہ کے متعلق تمام شرعی اور اخلاقی پابندیوں سے آزاد ہو چکے ہیں۔ جو ہر قسم کے ناروا سے ناروا افعال جائز سمجھتے ہیں۔ ان سے فیصلہ کرانے کا کیا مطلب۔ فیصلہ کرنے والوں کے لئے غیر جانبدار ہونا لازمی امر ہے۔ کیا ممکن ہے کہ یہ دو اہم شرائط پوری ہو سکیں۔ اگر نہیں۔ اور یقیناً نہیں۔ تو احمدیت کے مخالف علماء کو اپنے کفر و اسلام کے متعلق فیصلہ کی فکر کرنی چاہیئے؛

تشخیص بجٹ ۱۹۳۶-۳۵ء کے متعلق

نہایت ضروری ہدایات

(۱) سکرٹری صاحبان اور تشخیص کنندگان بجٹ کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ مرسلہ فارموں کی خانہ پری نہایت احتیاط سے کریں۔

(۲) یہ کافی نہ ہو گا۔ کہ وہ جماعتوں کے ریکارڈ پر ہی انحصار کریں۔ بلکہ جماعت کے افراد سے ذاتی طور پر بھی مل کر ان کی آمدنی معلوم کرنے کے بعد درج کریں۔ اور اس پر باشرح چندہ لگائیں۔ اس پر معمولی سی عدم توجہی یا دوستوں کا آپس میں تعاون نہ کرنے سے دوبارہ محنت ضائع نہ ہو گی۔ بلکہ بہت سا خرچ جو اس کام کے لئے کیا جا رہا ہے اکارت جائے گا۔ اور یہ دوبارہ تشخیص حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے خاص ارشاد کے ماتحت شروع کی ہے۔ اس لئے عہدیداران جماعت کو اس کی تکمیل کے لئے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کرنی چاہیئے۔ اور حضور کی خاص دعاؤں کا مستحق بننے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

(۳) بقایا جات درسال گذشتہ (یعنی از یکم مئی ۱۹۳۴ء تا ۳۰ اپریل ۱۹۳۵ء) اور سالہائے ماقبل کے متعلق پوری پوری جانفشانی سے تحقیق کرنے کے بعد رقوم کا اندراج بجٹ فارم کے خانہ ۱۲ میں کیا جائے۔

(۴) اس مرتبہ بجٹ کی تیاری میں خاص احتیاط برتی جائے۔ اور حسب ذیل امور کی طرف خاص توجہ دی جائے۔ (الف) آمد پر باشرح چندہ لگایا جائے۔ (ب) بقایا سالہائے گذشتہ کا اندراج پوری پوری صحت کے ساتھ کیا جائے۔ اگر کسی کو ۱۹۳۵-۳۴ء میں شرح کی رعایت دی گئی تھی۔ تو وہ ۳۰ اپریل ۱۹۳۵ء کو ختم ہو چکی ہے۔ یکم مئی ۱۹۳۵ء سے سب کا چندہ از سر نو باشرح ہو گیا ہے۔ جو دوست ۳۰ اپریل ۱۹۳۵ء کے بعد شرح میں رعایت حاصل کرنا چاہتے وہ اپنی درخواستیں معقول عذرات کے ساتھ جماعت کی سفارش کے بعد ان فارموں کے ہمراہ بھجوائیں۔ مگر تشخیص کنندہ کو یہ اجازت نہیں۔ کہ وہ ان درخواستوں کی بناء پر بامید منظوری شرح چندہ میں کمی کر کے درج کریں۔ جب تک درخواست منظور نہ ہو جائے پوری شرح سے چندہ درج کیا جائے۔ اور بقایا جات سالہائے گذشتہ بجنسہ جو ۳۰ اپریل ۱۹۳۵ء تک کسی کے ذمہ رہ گئے ہوں۔ بہر حال درج کر دیئے جائیں۔ خواہ کسی کی معافی کی درخواست شامل ہو۔ یا جلد ادا کرنے کا وعدہ ہو۔ ہر حالت میں بقایا کا درج کر دینا ازبس ضروری ہے۔

(۵) جو فارم دفتر ہذا سے ماہ فروری ۱۹۳۵ء میں ارسال کئے جا چکے ہیں۔ اب ان پر بجٹ تشخیص کر کے واپس کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ان کی بجائے تازہ بجٹ فارم جو کہ حال ہی میں تجویز ہو کر جائنٹ ناظر صاحبان کی معرفت جماعتوں کی طرف ارسال کئے گئے ہیں۔ ان کی از سر نو خانہ پری پوری احتیاط کے ساتھ کر کے واپس کئے جائیں۔

(۶) پہلے بجٹ فارم جو کہ جماعتیں تشخیص کر کے بھجوا چکی ہیں۔ منسوخ سمجھے جانے چاہئیں؛

ناظر بیت المال قادیان

حیاتِ مسیح کے متعلق احراریوں سے چند سوالات

پانچواں سوال

قرآن مجید کی آیت وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ سے غیر احمدی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد لیتے ہیں۔ سوال یہ ہے۔ کہ جب حضرت عیسٰے علیہ السلام دوبارہ مبعوث ہوچکے ہونگے۔ اور قرآن مجید کی آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کو ان کے بعد ظاہر کر رہی ہوگی۔ تو اس صورت میں اگر کوئی عیسائی یہ پوچھے۔ کہ چونکہ اس رسول نے جس کا ذکر اس آیت میں ہے حضرت عیسٰے علیہ السلام کے بعد مبعوث ہونا ہے۔ اور حضرت مسیح کے بعدیت ابھی واقعہ نہیں ہوئی۔ اس لئے کسی کو اس آیت کا مصداق تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ تو ایسے معترض کے لئے کیا جواب ہے۔

یہ یاد رہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی بعدیت دو طرح سے ہی مراد لی جاسکتی ہے۔ اول جسمانی طور پر وفات کے بعد۔ دوم روحانی فیض رسانی کے لحاظ سے اگر بعدیت آپ کے فیض کے اختتام سے شروع ہو۔ تو وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے ختم ہوچکی ہے۔ کیونکہ اب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضان سے علیحدہ کسی نبی کا فیضان جاری نہیں۔ لیکن وہ لوگ جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے قائل ہیں۔ ان کے عقیدہ کے رو سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بعدیت نہ کسی وقت ختم ہوگی۔ اور نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نعوذ باللہ مبعوث شدہ تصور کیا جاسکتا ہے۔ گویا ماننا ہوگا۔ کہ ابھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں مبعوث نہیں ہوئے۔

لیکن اگر بَعْدِی سے مراد وفات کے بعد لئے جائیں۔ تو اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ کیونکہ اس سے تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پیشتر حضرت مسیح علیہ السلام کی بعدیت۔ یعنی وفات ہوچکی ہے۔

چھٹا سوال

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"اعطیت خمسًا لم یعطهن احد قبلی .... و کان النبی یبعث الی قومه خاصةً و بعثت الی الناس عامةً" (متفق علیہ) (مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین صفحہ ۵۱۲)

یعنی مجھے پانچ ایسے فضائل دیئے گئے ہیں۔ جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے۔ ان میں سے پانچویں فضیلت یہ ہے کہ تمام نبی اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث کئے گئے۔ لیکن میں تمام دنیا کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ تمام دنیا کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے آنے والے انبیاء میں سے کوئی نبی مبعوث نہیں کیا گیا۔ اور یہ صرف آپ ہی کی خصوصیت ہے۔ لیکن اگر اب حضرت مسیح ناصری دوبارہ آجائیں۔ اور جیسا کہ ان کی آمد کا انتظار کرنے والوں کا عقیدہ ہے کہ وہ تمام دنیا میں تبلیغ کریں گے۔ تو کیا اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت باطل نہ ہوگئی۔

ساتواں سوال

حیاتِ مسیح علیہ السلام کے قائلین کا عقیدہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہوسکتا۔ لیکن وہ خود حضرت عیسٰی علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے قائل ہیں۔ جو بوجوہ ذیل نبی تھے۔ اور نبی رہیں گے۔

الف۔ اللہ تعالٰے نے ان کو مقام نبوت و رسالت عطا کیا۔ اور اس مقام اور منصب کے مسلوب ہونے کا قرآن مجید میں قطعاً ذکر نہیں۔

ب۔ خود حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ وجعلنی نبیًا وجعلنی مبارکًا اینما کنت (مریم ع ۲) کہ خدا تعالٰے نے مجھے نبی اور مبارک کیا ہے۔ خواہ میں کسی جگہ رہوں گویا اگر بقول احراریوں کے ان کو آسمان پر بھی تسلیم کیا جائے۔ تو بھی دوبارہ آمد پر وہ نبی ہونگے۔

ج۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصریحًا بیان فرمادیا ہے۔ کہ آنے والا مسیح قطع نظر اس سے کہ وہ اسرائیلی ہے۔ یا امت محمدیہ میں پیدا ہونے والا نبی اللہ ہوگا۔ (دیکھو صحیح مسلم جلد ۲۔ باب ذکر الدجال صفحہ ۵۱۶ مصری) نیز (مشکوٰۃ باب العلامات بین یدی الساعۃ صفحہ ۴۷۲)

د۔ علمائے اسلام نے بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کو نبی قرار دیا ہے۔ بلکہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک فرمایا ہے۔ کہ من قال بسلب نبوته کفر حقاً (حجج الکرامہ صفحہ ۴۳۱) یعنی جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے متعلق کہتا ہے۔ کہ وہ نبی نہیں۔ وہ یقینًا کافر ہے۔

الغرض آنے والا مسیح یقینًا یقینًا نبی ہوگا۔ لیکن احراری کہتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ پھر حضرت مسیح علیہ السلام کس طرح آسکیں گے۔

آٹھواں سوال

حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان سے اُترنے کی احراریوں کے پاس ایک دلیل وہ حدیث ہے۔ جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے نزول کا لفظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استعمال فرمایا ہے۔ اگر لفظ نزول کی وجہ سے کہ جو دجال کے لئے بھی احادیث نبویہ میں مستعمل ہوا ہے کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے۔ کہ دجال بھی آسمان سے نازل ہوگا۔ تو وہ اس کا انکار کیونکر کرسکتے ہیں۔

لفظِ نزول کا دجال کے لئے استعمال ذیل کی احادیث میں آتا ہے:۔

الف۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یاتی الدجال وھو محرم علیه ان یدخل نقاب المدینة فینزل بعض السباخ التی تلی المدینة (متفق علیہ)

ب۔ قال یاتی المسیح من قبل المشرق ھمته المدینة حتی ینزل دبر احد .... (متفق علیہ) مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۵)

نواں سوال

حضرت عیسٰی علیہ السلام کی جائے نزول کے متعلق کئی روایات ہیں۔ جو آپس میں مختلف ہیں۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے بھی تصریحًا فرمایا ہے۔ فقد ورد فی بعض الاحادیث ان عیسٰے علیه السلام ینزل ببیت المقدس وفی روایة بالاردن وفی روایة بمعسکر المسلمین (ابن ماجہ باب فتنۃ الدجال برحاشیہ صفحہ ۳۰۶) یعنی بعض احادیث میں وارد ہے۔ کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام بیت المقدس میں۔ اور ایک روایت میں اردن میں۔ اور ایک میں ہے کہ مسلمانوں کے لشکر میں نزول فرمائیں گے۔

اور مقامات کا بھی احادیث میں ذکر ہے مگر اب سوال یہ ہے۔ کہ احراری کس مقام کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور وجہ ترجیح کیا ہے اور جب حضرت مسیح علیہ السلام ان میں سے کسی ایک مقام پر نازل ہوں۔ تو دوسرے لوگ جن مقامات کے اترنے کے متوقع ہیں ان کے خیال کی تردید کیونکر کی جائے گی۔

احمد علی آف گھٹیالیاں مولوی فاضل)

سائنس اور جرائم کا انسداد

جہاں شیطانی تحریکات انسانی روح کی تباہی اور ہلاکت کے لئے نئے طریق اختیار کرتی رہتی ہیں۔ وہاں رحمانی تحریکات سے ایسے سامان بھی پیدا ہوتے جا رہے ہیں۔ جن سے برائیوں کے قلع قمع میں آسانی و سہولت پیدا ہو۔ جیسا کہ ذیل کے مضمون سے جو اخبار ٹائمز آف لنڈن سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے ؛

یوروپ کے کئی ممالک میں پولیس کی تحقیقات کے لئے سائنس کو جزو لاینفک قرار دیا جا رہا ہے۔ انگلستان میں سب سے پہلا مقام جہاں پولیس کی تحقیقات میں سائنس سے کام لیا گیا۔ نوٹنگھم ہے ایک سال کے تجربہ کے بعد ثابت ہو چکا ہے۔ کہ یہ طریق نہایت کامیابی کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے۔

انگلستان میں ایک نئی لیبارٹری بمقام ہنڈن قائم کی جا رہی ہے اور امید کیجاتی ہے۔ کہ یہ لیبارٹری صرف لنڈن کی پولیس کی امداد ہی نہیں کرے گی۔ بلکہ سارے ملک کے علاوہ پولیس کی بھی مدد کرے گی ؛

اگرچہ سائنس کے ذریعہ جرائم کی تحقیقات کرنا کوئی نئی بات نہیں۔ لیکن پھر بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ انگلستان میں پولیس نے جرائم کی تحقیقات میں سائنس سے مدد نہیں لی۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کہ ماہرین سائنس اس قابل نہیں کہ تحقیقات کر سکیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ گذشتہ پچاس سال میں پولیس اور کورٹ کی کئی ماہرین سائنس نے بہت کچھ مدد کی۔ بلکہ اس کی کچھ اور وجوہات ہیں۔

لنڈن کی پولیس کو ساڑھے آٹھ کروڑ آبادی کی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ جہاں ہر سال اسی ہزار جرائم کئے جاتے ہیں پس لنڈن ایسے شہر میں ماہرین سائنس کی اس لحاظ سے بہت زیادہ ضرورت ہے۔ کہ وہ پولیس کو جرائم کی تحقیقات میں مدد دیں جب ایسی صورت پیدا ہو جائے گی۔ کہ ماہرین سائنس اور افسران پولیس میں تعاون ہو۔ تو ماہرین سائنس صرف لیبارٹری میں ہی کام نہیں کریں گے۔ بلکہ وہ موقع پر جا کر تمام حالات کا مطالعہ کریں گے ؛

جرائم کا انسداد

جب پولیس اس طرح سائنس سے امداد حاصل کرے گی۔ تو پھر جرائم یقینی طور پر کم ہو جائیں گے۔ کیونکہ مجرموں کے ذہن نشین یہ بات ہو جائے گی۔ کہ بہر صورت ہم پکڑے جائیں گے۔ بعض لوگ پولیس اور سائنس کا فائدہ عدالت میں جرم ثابت کر دینے تک ہی محدود سمجھتے ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ سب سے اہم ترین فائدہ پولیس اور سائنس کے ذریعہ یہ حاصل ہو گا۔ کہ جرائم کا انسداد ہو گا ؛

سائنس کیا امداد دے گی؟

اس جگہ ہم ایسی تحقیقات کا مختصر تذکرہ کریں گے۔ جو پولیس اور سائنس کے تحت میں آسکتی ہے۔ شروع شروع میں جن اشیاء سے جرائم کی تحقیقات کی جاتی تھی۔ وہ پاؤں کے نشان۔ خون کے دھبے۔ اور بعض دیگر معمولی قسم کے نشانات ہوتے تھے لیکن سائنس کے ذریعہ ہمیں انگلیوں کے نشانات کی پہچان سے بہت زیادہ مدد ملی ہے۔ آج کل ایک اور حیرت انگیز ترقی اس فن میں ہوئی ہے۔ اور وہ یہ کہ صرف انسانی ہاتھوں کے نشانات ہی نہیں۔ بلکہ بے جان چیزوں کو چھونے سے ان پر جو نشانات پڑ جاتے ہیں۔ وہ بھی معلوم کئے جا سکتے ہیں مثلاً کسی خاص ہتھیار پر جو نشانات مختلف اشیاء کے ساتھ چھونے سے لگ جاتے ہیں۔ وہ بعد میں پہچانے جا سکتے ہیں۔ اگر کسی بندوق یا پستول سے کوئی گولی چلائی جائے تو اس گولی کو بعد میں خوردبین کے دیکھنے پر معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس پر فلاں مخصوص بندوق یا پستول کے نشانات موجود ہیں گویا اس طرح گولی چلانے والا آدمی ہتھیار پہچانے جانے پر گرفتار کیا جا سکتا ہے ؛

ایک مثال

ایک مثال تمام امور کی وضاحت کر دیگی جب قاہرہ میں Lee Stack سرلی سٹاک قتل کر دیئے گئے۔ تو اس تفتیش پر ڈاکٹر "سمتھ" کو مقرر کیا گیا۔ انہوں نے ان گولیوں کا مطالعہ کیا۔ جن سے مقتول پر فائر کئے گئے تھے۔ اس مطالعہ کے بعد انہوں نے گولیوں پر بعض مخصوص نشانات کو خوردبین سے پہچانا اس کے بعد مشتبہ لوگوں کے ہتھیاروں کا معائنہ کیا تو ان پر بعینہٖ وہی نشانات تھے۔ جو گولیوں پر تھے۔ اور جب گولی چلائی گئی۔ تو ہتھیار کے کس سے گولی پر ہتھیار کے اس حصہ کے نشان پڑ گئے۔ جو ہتھیار چور اور دیگر جرائم پیشہ لوگ استعمال کرتے ہیں۔ ان کے بھی نشانات ان اشیاء پر باقی رہ جاتے ہیں جن سے وہ مس کرتے ہیں۔

پس اس طرح کسی گولی یا کسی ہتھیار سے نشانات کا مطالعہ کر کے معلوم ہو سکتا ہے کہ گولی کس بندوق یا پستول سے چلائی گئی۔ اور وہ مخصوص ہتھیار کس شخص کے پاس ہے ؛

انگلستان میں چونکہ حکام پولیس نے کبھی کوشش نہیں کی۔ کہ وہ جرائم کی تحقیقات میں سائنس کو استعمال کریں۔ اسی وجہ سے پولیس سائنس نے انگلستان میں کوئی ترقی نہیں کی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ سکاٹ لینڈ میں پولیس سائنس کی طفیل صورت حالات نہایت خوشگوار رہی ہے۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ نئی لیبارٹری کے اجراء سے انگلستان میں بھی وہی صورت حالات پیدا ہو جائیگی۔

پولیس اور سائنس کا تعاون

جب ہنڈن میں لیبارٹری قائم ہو جائیگی تو یہاں کے ماہرین تحقیقات کے کام کے علاوہ مقدمات میں بھی مشورہ دیا کرینگے یہی ماہرین کالج۔ ٹریننگ سکول کے طلباء اور پولیس کے افراد کو بھی تعلیم دیں گے۔ پولیس آفیسر لیبارٹری میں جا کر مطالعہ کرینگے کہ ماہرین سائنس کس طرح کام کرتے ہیں۔ اس طرح ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کسی خاص مقدمہ کی تحقیقات کس طرح کی جائے اور کس طرح میڈیکل آفیسر کے پاس مقدمہ کے واقعات باقاعدگی سے پیش کئے جائیں۔ تا معائنہ میں آسانی ہو۔ اور غلطی کا احتمال نہ رہے ؛

مندرجہ بالا تحریر سے بعض لوگ شائد یہ سمجھنے لگ جائیں۔ کہ جب لیبارٹری قائم ہو جائے گی۔ تو پولیس میں جرم کی تحقیقات کے پرانے طریق بے کار تصور کئے جائینگے لیکن یہ قیاس صحیح نہیں۔ جس طرح بے تار برقی کی ایجاد نے ٹیلیفون کو اور موٹر کار کی ایجاد نے سراغ رسانوں کو فائدہ پہنچایا ہے۔ اور ان کی قدر کو بڑھا دیا ہے۔ اسی طرح نئی لیبارٹری کے ذریعہ پرانے طریق زیادہ کارآمد ہوں گے۔

الغرض ہنڈن کی لیبارٹری کا افتتاح ایک نہایت اہم اقدام ہو گا۔ جس سے جرم کی تحقیقات میں آسانی ہو جائے گی اور جرم کا قطعی انسداد ہو جائے گا۔

لاہور کے مستقل خریداران الفضل کو اطلاع

الحمد للہ کہ آج ہم الفضل کی ترقی کے سلسلہ میں ایک اور قدم اٹھانے کے قابل ہوئے ہیں۔ اور وہ یہ کہ لاہور کے مستقل خریداروں کو ۲۰ مئی ۱۹۳۵ء سے الفضل دستی ان کے مکانوں پر پہنچانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس طرح اخبار انہیں روز کا روز مل جایا کرے گا۔ اور پہلے کی طرح ایک روز بعد نہیں ملے گا۔ جو دوست لاہور سے باہر جائیں۔ انہیں پتہ تبدیل کرنے کے لئے اطلاع حسب سابق دفتر الفضل میں بھجوانی چاہیئے۔ اسی طرح حساب کتاب اور دیگر امور متعلقہ کے متعلق بھی خط و کتابت حسب دستور مینیجر الفضل قادیان کے پتہ پر ہی کی جانی چاہیئے۔

ہم اخبار کو ترقی دینے کی مقدور بھر کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن اس میں پوری کامیابی اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ جب احباب بھی توسیع اشاعت کے لئے دلی توجہ سے کوشش کریں۔ یعنی زیادہ سے زیادہ خریدار مہیا کریں ؛ مینیجر الفضل قادیان

سیاسیاتِ عالم کے دو رُخ

کیپٹلزم اور کمیونزم

از جناب ماسٹر محمد حسین صاحب بی۔ کام

اقتصادیات کی ہمہ گیری

کیپٹلزم اور کمیونزم کو سیاسیاتِ عالم کے دو رُخ قرار دینا توضیح طلب امر ہے۔ کیونکہ یہ دونوں اصطلاحیں خالصاً اقتصادی ہیں۔ اور ان کو بادی النظر میں سیاست جو کہ سوشیالوجی کا علمی لحاظ سے ایک الگ حصہ ہے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں لیکن واقعات عالم کی رفتار سے واقف لوگ جانتے ہیں۔ کہ سیاسیات اقتصادیات میں مدغم ہو رہی ہیں۔ بلکہ ایکسٹر کا قول ہے۔ کہ اقتصادیات فی زمانہ تمام سیاسی نظام کا محور بنی ہوئی ہیں۔ یہ صورت حال ۱۹۲۹ء کے بعد سے ہے۔ جب اقتصادی مشکلات کا آفت خیز زمانہ شروع ہوا۔ اور تمام نظام درہم برہم ہونے لگے۔ نکبت و ادبار بیکاری کی لعنت کی صورت میں مسلط ہو گیا۔ اس کی روک تھام کے لئے تمام ادارے اور نظام حکومت اقتصادی اصول کے سانچے میں ڈھالے جانے لگے۔ بالشویک طرز حکومت اس ہمہ گیر مسئلے کی روشن مثال ہے۔

مزدور اور سرمایہ دار کی جنگ

یہ سب تغیرات اس بات کا نتیجہ ہیں۔ کہ کیپٹلزم غاصبانہ رنگ اختیار کر کے بنی نوع انسان کی تباہی اور ہلاکت کے موجبات پیدا کر رہی ہے دنیا میں افلاس۔ بیکاری۔ اس کے کرشمے ہیں۔ سرمایہ دار اقوام میں مستعمرانہ عزائم پیدا کر کے دُنیا میں جنگ کی بنیاد رکھنے کا سہرا بھی اسی کے سر پر ہے۔ نہ صرف اقوامِ عالم میں یہ بنائے مخاصمت ہے۔ بلکہ ہر ملک کے اندر جماعتی جنگ کا آغاز اسی سے ہے۔ سوسائٹی کے اندر دو جماعتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایک سرمایہ دار جس کے قبضے میں دولت کی پیداوار کے تمام ذرائع ہوتے ہیں۔ اور دوسرے وہ لوگ جو عمال کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ تہیدست طبقہ ہوتا ہے جس کی زیست کا سارا سامان کارخانہ داروں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اور وہ بڑی بے رحمی کے ساتھ ان سے کام لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ حزب العمال مالکان کارخانہ جات کے خلاف احتجاج کرنے لگتے ہیں۔ اور سوسائٹی کا امن مٹ جاتا ہے۔ اس کا اثر تمدنی زندگی کے ہر شعبے پر پڑتا ہے اس جنگ میں کارخانہ دار ہی کامیاب رہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے حلیف حکومت کلیسا۔ اور پریس ہیں۔ اور سوسائٹی کا کثیر طبقہ ابدی درماندگی اور حرماں نصیبی کی زندگی بسر کرتا ہے۔

اشتراکیت کیا ہے

دنیا کو اس اقتصادی غلامی سے نجات دلانے کے لئے اور سرمایہ داری کے تسلط کو دور کرنے کے لئے روس نے کمیونزم کا نظام نکالا۔ جسے اردو زبان میں اشتراکیت کہتے ہیں۔ اور سیاسی اصطلاح میں بالشویزم اس کی تھیوری کارل مارکس نے وضع کی لیکن اس تھیوری کی نشو ونما اور عملی صورت لینن کے ہاتھوں سے ہوئی۔ یہ لوگ سرمایہ داری کے بد اثرات سے اتنے متاثر تھے کہ انہوں نے انقلاب انگیز نظام تجویز کیا۔ اشتراکیت کے نظام کے ماتحت دولت کے تمام ذرائع حکومت کو تفویض ہوتے ہیں۔ اور مرکزی حکومت تمام اصناف کے پیشہ وروں کی انجمنوں کی جن کو وہ "سودیٹ" کہتے ہیں۔ نمائندہ مجلس ہوتی ہیں۔ الغرض دولت کی پیداوار تقسیم اور تبادلہ کا اہم کام حکومت کے ہاتھوں سرانجام پاتا ہے۔ اور رعایا کے ہر فرد سے اس کی طاقت کے مطابق کام لیا جاتا ہے۔ اور اس کی ضروریات کے مطابق اس کو مزدوری ملتی ہے۔ لیکن اس کی مزدوری کی صورت سکہ جات نہیں ہوتے بلکہ ٹکٹوں کی صورت میں ہوتی ہے۔ جس سے ضروریاتِ زندگی حاصل کی جاتی ہیں اس نظام کا مقصد جلیل مواخات اور مساوات ہے۔ سوسائٹی سے جماعتی تقسیم کو دور کرنا ہے تاکہ سوسائٹی کے تمام افراد ایک مشترکہ سطح پر آجائیں۔

اشتراکیت کے نقصات

اس نظام کا مقصد ومنتہا تو بہت اعلےٰ ہے لیکن اس کے لئے تمام وہ مظالم روا رکھے جاتے ہیں۔ جو ملک کے امن کو درہم برہم کرنے والے اور بجائے اخوت کے سوسائٹی کے طبقات میں منافرت پیدا کراتے ہیں۔ اس کی ابتداء غصب سے شروع ہوتی ہے۔ امراء اور رؤساء کے مال و منال چھین کر حکومت غرباء میں تقسیم کر دیتی ہے اس خطرہ سے کہ شورش نہ پیدا ہو ملک میں آئینی قوانین وضوابط کا نفاذ کیا جاتا ہے۔ اور لوگوں کو ظالمانہ سزاؤں کا شکار بنایا جاتا ہے۔ آزادئی رائے کا پیدائشی حق چھین لیا جاتا ہے۔ اور اگرچہ کہا تو یہ جاتا ہے۔ کہ سودیٹ نظام حکومت میں ادنےٰ لوگوں کی حکومت ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت میں ایک طاقتور جماعت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو حکومتی کاموں کو سرانجام دیتی ہے۔ اور اپنی رائے کے خلاف اظہار رائے کو غداری سے موسوم کر کے انتہائی سزا کا مستوجب قرار دیتی ہے۔

چونکہ اشتراکی مقاصد میں سے ایک یہ ہے۔ کہ دُنیا کے تمام عمال میں مخالفانہ جوش پیدا کر کے ان کو سرمایہ داروں کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا جائے۔ اس واسطے ایسا نظام دنیا کے لئے نیک فال نہیں ہو سکتا۔ اسی اصول کی پیروی میں اشتراکی جاسوس تمام ممالک میں خوفناک ریشہ دوانیاں کر کے شورش اور ہنگاموں کی آماجگاہ بنانے میں مشغول رہتے ہیں۔ اور ابتداء میں آبادی کا مفلوک الحال حصہ جو امراء کی چیرہ دستیوں سے تنگ ہوتا ہے وہ اشتراکی اصول کی لفظی تصویر سے مسحور ہو جاتا ہے۔ اور بالشویک کارندوں کے دامِ تزویر میں آسانی سے پھنس جاتا ہے۔ چونکہ یہ لوگ ان پڑھ ہوتے ہیں اور زیادہ تر مزدور اور کسان جماعت سے ہوتے ہیں۔ اشتراکی نظام کی ایک بڑی خوبی یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ حکومت لوگوں کے طعام و قیام تعلیم و تربیت کی کفیل ہوتی ہے اس وجہ سے کسی کے مرنے کے بعد یہ اندیشہ نہیں ہوتا۔ کہ اس کی اولاد بھوکوں مر جائیگی۔ لیکن اس کے نقصانات نہایت خطرناک ہیں۔ مثلاً ایک بدیہی نقصان تو یہ ہے کہ کوئی فیملی لائف نہیں ہوتی۔ اور خونی رشتوں میں وہ محبت اور الحاق نہیں ہوتا۔ جو فطرتاً ہونا چاہئے۔ کیونکہ متاہل زندگی کا شیرازہ بکھیر دیا جاتا ہے۔ اور یہ ایک ایسا غیر فطرتی فعل ہے جو بنی نوع کے لئے کبھی مفید نہیں ہو سکتا۔ پھر ازدواجی تعلقات آزادی پر مبنی ہوتے ہیں۔ جو ایک وقتی اور ہنگامی خواہش سے بنتے اور بگڑتے رہتے ہیں یہ خاندانی یگانگت پر ایک اور کاری ضرب ہے۔ اور پھر اس سے ملک میں اخلاقی رذالت اور پستی بڑھتی ہے جنسی تعلقات حیوانی رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔ اور یہ انسانی فطرت سلیم کے خلاف ایک جہاد ہے۔

ناقابل عمل مساوات

پھر ایک اور جہت سے بھی اشتراکی نظام ناقابل عمل ہے۔ اور یہ کہ اس کا مقصد ایک ایسی مساوات قائم کرنا ہے۔ جو انسان کے خلقی ذہنی تفاوت کو نظر انداز کر دیتی ہے۔ اور ایک ایسی قوم کو منصۂ شہود پر لانیکی کوشش کرتی ہے۔ جس میں سب مالک ہوں اور کوئی خادم نہ ہو۔ ابتدائے آفرینش سے یہ اختلاف چلا آیا ہے۔ اور یہ خالق کل کا پیدا کردہ ہے۔ رہنمایان مذاہب نے بھی جہاں مساوات کی مقدس تعلیم دی ہے۔ وہاں اس فطرتی تباین و تخالف کو تسلیم کیا ہے اس اختلاف کو انسان کے وضع کردہ قوانین سے مٹا دینا انسانی دنیا میں طوائف الملوکی کا بے پناہ سیلاب چلا دینا ہے۔ اشتراکی اصول نہ صرف اقتصادی انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ دنیا کے نظریوں کو سرتاپا بدل کر آسمان کے نیچے ایک غیر فطرتی دنیا کی تاسیس کرنا چاہتے ہیں۔

مذہب کی بیجا مخالفت

مذہب کو فضول اور عبث قرار دیکر اشتراکیت نے انسان کے اس مقدس تعلق پر حربہ چلایا ہے جو اسکے اور اسکے خالق کے درمیان ہے۔ مانا کہ مذہب کے خلاف سب غم و غصہ کلیسا کی مذہبی اور تمدنی چیرہ دستیوں کے خلاف ایک ردعمل ہے۔ اس سے یہ تو ثابت ہے۔ کہ عیسائیت نے زبردستوں اور سرمایہ داروں کی پیٹھ ٹھونک کر بنی نوع انسان کے کثیر طبقہ کو نذرِ تغافل کئے رکھا۔ اور اسطرح دنیا کی ابتری اور زبوں حالی کی ممد بنی۔ لیکن اس سے مذہب کی نفی لازم نہیں آتی عیسائیت کی ناکامی مذہب کی ناکامی نہیں کہلا سکتی۔ اور یہ بالشویکوں کی کورچشمی کا ثبوت ہے۔ کہ انہوں نے عیسائیت کو ہی مذہب تصور کر لیا ہے۔ اور خدا اور مذہب کے خلاف علم بلند کر دیا ہے۔:

جائے پناہ صرف اسلام ہے

ان حالات کی روشنی میں اشتراکیت اپنے لئے کوئی درخشندہ مستقبل نہیں رکھتی لیکن سوال یہ ہے۔ کہ دنیا کس نظام کو اختیار کر کے فائز المرام ہو سکتی ہے۔ سرمایہ داری بھی اپنے دامن پر سیاہ داغ رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اشتراکیت کو کچھ فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ لیکن وہ وقت قریب ہے۔ کہ جب یوروپین نظام کی تباہی مغرب کو ایک ایسے نظام کی آغوش میں لے آئے گی۔ جو افراط و تفریط کے نقائص سے پاک ہے۔ جو نہ غیر فطرتی انقلاب پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اور نہ دنیا میں بدامنی پھیلا کر امن کے قائم کرنے کا مدعی ہے۔ جو خادم اور مخدوم حاکم اور محکوم کی تمدنی اور سیاسی تقسیم کو انسانی فطرت کا نتیجہ گردانتا ہے۔ مگر وہ خادم اور محکوم کو وفا شعاری کی تعلیم دیتا اور مخدوم اور حاکم کو حق شناسی کی تلقین کر کے جذبہ رحم کو ابھارتا ہے۔ اور اس طرح دنیا میں امن اور صلح قائم کرتا ہے۔ وہ باہمی اختلافات کو اس رنگ میں پیش کرتا ہے۔ کہ وہ انسانی فطرت سے متبائن معلوم نہ ہوں۔ بلکہ وہ عالمگیر امن کے قیام و بقا کے مؤید نظر آئیں۔ ان انسانیت نواز اصول کا حامل اور انسانی مواخات کا علمبردار مذہب اسلام ہی ہے۔ اور آخری فتح اسی کی ہے۔ یورپ کی موجودہ روش بتلا رہی ہے کہ وہ افتاں و خیزاں اسی کی طرف آ رہا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کی صداقت

مغرب زبانِ قال سے اقرار نہ کرے مگر صاحب نظر جانتے ہیں۔ کہ زبان حال سے اسلام کے احسانات کا اعتراف کر رہا ہے۔ اس کے مفکر اور مصنف بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کے معترف ہیں۔ اور ان کا تمدن تدریجاً اسلامی اصول کا رنگ لے رہا ہے۔ سرمایہ داری کے انسانیت سوز اصول نے یورپ کو سود کے خطرناک عواقب سے دوچار کر کے اسلامی تعلیم کو برتر ثابت کر دیا ہے۔ جنسی تعلقات کی خرابیوں نے طلاق اور تعداد ازدواج کے مسئلے پر یقین افروز روشنی ڈالی ہے۔ مغرب اور مغرب زدہ لوگ گرداب بلا میں اسیر ہیں۔ اور دیدۂ حکمت و حیات بخلق جدید کے تہلکہ خیز آثار کا بچشم خود نظارہ کر رہے ہیں۔ یورپ کا طاغوتی طلسم ٹوٹ چکا ہے۔ وہ بزعم خود جو بزم گاہ تھا رزم گاہ بن رہا ہے۔ وہ جو محفل عیش و نشاط تھا آج میدان کارزار کی صورت پیش کر رہا ہے۔ یورپ والے اپنی خانہ بر انداز آزادی سے تنگ آ کر اسی آزادی اور حریت کے منتظر ہیں۔ جس کو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔ اور اس زمانہ کے مامور و مرسل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیشگوئی واضح ہو رہی ہے۔ کہ ؎

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار

اسی خدا کے فرستادہ کے خلفاء کے ہاتھوں مرکز مغرب یعنی لنڈن میں اسلام کی داغ بیل لگائی جا چکی ہے۔ اور انسان کے وضع کردہ نظاموں اور اداروں پر خدائے لم یزل و لم یزال کی دی ہوئی نعمت عظمےٰ اور موہبت کبریٰ یعنی اسلام کی فوقیت و برتری ثابت کی جا رہی ہے۔ لیظہرہ علی الدین کلہ کا عظیم الشان کام سرانجام پا رہا ہے۔ عنقریب سرمایہ داری اور اشتراکیت کے تاریک بادل چھٹ جائیں گے۔ اور اسلام کی نسیم خزاں دیدہ دنیا پر چلنے لگے گی۔

مسٹر صابر منی احراریوں کا باؤ

پچھلے دنوں اخبار احسان کے نامہ نگار لالہ موسیٰ نے شائع کرایا تھا۔ کہ کسی صابری صاحب نے لالہ موسیٰ میں احمدیوں سے مناظرہ کیا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط بات تھی۔ جس کے جواب میں صابری صاحب نے سیالکوٹ سے الفضل کو لکھا کہ وہ پچھلے کئی ماہ سے لالہ موسیٰ میں موجود نہیں تھے۔ لہٰذا یہ خبر کس طرح صحیح ہو سکتی ہے۔ سنا گیا ہے احراری انہیں ہر روز تنگ کرتے ہیں کہ وہ اپنی الفضل والی تحریر کی تردید اخبار احسان میں شائع کرائیں۔ معلوم ہوا ہے تنگ آ کر انہوں نے اس مفہوم کی تحریر لکھ دی ہے کہ مجھے نہ تو احسان کی تحریر سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی الفضل کی تحریر سے، بلکہ دونوں بغیر میری اطلاع کے شائع ہوئی ہیں۔ (نامہ نگار از سیالکوٹ)

ڈاکٹر سر محمد اقبال اور احمدی

روزنامہ معاصر سیاست ۱۴ مئی میں سید حبیب صاحب نے حسب ذیل اڈیٹوریل لکھا ہے۔

ہز ایکسی لنسی سر ہربرٹ ایمرسن نے یقیناً مسلمانوں پر احسان کیا۔ کہ انجمن حمایت اسلام کے جلسہ میں تشریف لائے آپ نے انجمن کی اس کے کام کی اور مسلمان قوم کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے مسلمانوں کو مخلصانہ مشورہ دیا کہ وہ آپس کی جنگ زرگری کو بند کر دیں۔ کہ اس سے ان کی قوتیں منتشر ہو رہی ہیں۔ اور ان کو ضرر پہنچ رہا ہے۔ مناسب تو یہ تھا۔ کہ اس مشورہ کو ایک معزز حاکم کا مشورہ سمجھ کر قبول کیا جاتا۔ یا کم از کم نوشتہ دیوار سمجھ کر ہی مان لیا جاتا۔ یا اگر ہم مسلمانوں کا شوق جدال ناقابل علاج حد تک بڑھا ہوا تھا۔ تو ہم اس کو قبول نہ کرتے ہوئے بہ تقاضائے شرافت خاموشی ہی اختیار کر لیتے لیکن افسوس ہے۔ کہ ہم نے ایسا نہ کیا۔ بلکہ ہم میں سے ایک ایسے گروہ نے جو ملت کے موجودہ انتشار کا کماحقہٗ ذمہ وار ہے۔ گورنر کے تشریف لے جانے کے بعد اسی روز انجمن کے جلسہ میں فتنہ برپا کیا۔ اور بقولیکہ ؎

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ان کا شوق تفرقہ آرائی زیادہ ہی ہوتا گیا۔ معززین ملت کی منتوں اور کارکنان انجمن کی زار نالیوں نے ان کے سمند شوق فتنہ پروری پر تازیانہ کا کام دیا۔ تا آنکہ انجمن کا جلسہ درہم برہم ہو گیا۔ اور چشم فلک نے مسلمانوں کی تذلیل و رسوائی کا وہ زمانہ دیکھا۔ جو اس سے پہلے پچاس سال کی تاریخ میں اس انجمن کے سٹیج پر نظر نہ آیا تھا۔

حمایت اسلام کے جلسہ میں فساد

علامہ سر ڈاکٹر محمد اقبال صاحب ملت مرحومہ کے ایسے فرد ہیں۔ جن کے وجود پر ہر مسلمان فخر و ناز کر سکتا ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ کچھ عرصہ سے احتیاج اور اس سے زیادہ حاشیہ نشینوں کے گمراہ مشورہ نے سر موصوف کو ایسے راستہ پر لگا دیا۔ جو ڈاکٹر صاحب کو کعبہ مفاد ملت کے خلاف لے جا رہا ہے۔ آپ انجمن کے صدر ہیں۔ چاہیئے یہ تھا۔ کہ جلسہ انجمن کی بربادی سے آپ آزردہ خاطر ہوتے۔ اور جن لوگوں نے یہ حماقت کی تھی۔ ان کو ڈانٹ بتاتے اور یوں ملت مرحومہ پر واضح کر دیتے کہ آپ احرار کی فتنہ آرائی کو معیوب سمجھتے ہیں اور آپ کو انجمن کی عزت کا لحاظ ہے۔ آپ سے خصوصاً یہ توقع اس وجہ سے بیجا نہ تھی۔ کہ آپ بحیثیت صدر یہ کر سکتے تھے کہ احرار کی شرارتوں کے مظاہرہ اول کے بعد فی الفور انجمن کی کونسل کا جلسہ بلا کر ارکان انجمن سے کہہ دیتے۔ کہ ہماری رائے میں احرار کا مطالبہ جائز ہے۔ آپ اس قسم کا ریزولیوشن قبول کر لیں اور خود پیش کر دیں یوں سر اقبال بہ یک وقت مسلمانوں کی سب سے بڑی انجمن کی مناسب رہنمائی بھی کرتے۔ اور فتنہ و فساد بھی بند ہو جاتا

ڈاکٹر صاحب کی کمزوری

لیکن افسوس ہے۔ کہ علامہ اقبال نے اس جرأت سے کام نہ لیا۔ اور منہ میں گھنگھنیاں ڈالے انجمن کی رسوائی کا تماشہ دیکھا کئے۔ جلسہ کے بعد جب یہ سوال پیش ہوا۔ کہ مولانا ظفر علی صاحب کی تحریک پر جو قرار داد انجمن کے پلیٹ فارم سے چوہدری ظفر اللہ خاں کے خلاف منظور ہوئی ہے۔ اس کی تائید یا تردید کی جائے۔ تو ڈاکٹر صاحب نے پھر اپنی اخلاقی کمزوری کا مظاہرہ کیا۔ اور دلیری سے یہ کہنا مناسب نہ جانا کہ احرار کی حرکت مناسب تھی۔ یا غیر مناسب۔ بلکہ خود خاموش رہنا پسند کیا۔ اور ارکان انجمن کو خاموش رہنے کا مشورہ دیا میں کہتا ہوں۔ اور ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ علامہ اقبال کی شخصیت و اہمیت کے رہنما کا فرض تھا کہ وہ قوم کی علی رؤس الاشہاد رہنمائی کرتا اور اگر احرار کی تحریک صحیح تھی۔ تو اس کی تائید کرتا اور اگر معیوب تھی تو

اس کی مخالفت کرتا۔ لیکن علامہ اقبال نے ایسا نہ کیا۔

گورنر کی تقریر پر اعتراض

یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کچھ عرصہ کے بعد ڈاکٹر صاحب کی رگِ حمیت میں حرکت پیدا ہوئی۔ اور آپ نے ہز ایکسی لنسی کی اس تقریر کے خلاف جو انجمن کے جلسہ میں ممدوح نے کی تھی۔ ایک طویل بیان شائع کیا۔ اس تقریر میں گورنر کے خیالات کی مخالفت کا جو رنگ اختیار کیا گیا ہے۔ وہ اندوہناک ہے۔ سر اقبال اگر چاہتے۔ تو جو زبان انہوں نے استعمال کی ہے۔ اس سے بہتر زبان استعمال کر سکتے تھے۔ لیکن خیر یہ ان کے اختیار کی بات ہے۔ کہ وہ اظہار جذبات میں اعتدال سے کام لیں یا نہ لیں۔ مجھے اور دوسرے مسلمانوں کو صرف یہ دیکھنا ہے۔ کہ علامہ اقبال کا استدلال کہاں تک حق بجانب ہے۔

نزول مسیح کا عقیدہ

علامہ ممدوح کے اس بیان میں ختم نبوت کے متعلق جو کچھ موجود ہے۔ سیاست اس کا مؤید ہے۔ اور اس کو آبِ زر سے لکھنے کے قابل سمجھتا ہے۔ علامہ ممدوح نے اس بیان میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بعثت ثانیہ اور حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کا انکار کیا ہے۔ اور اس کو مجوسیوں، یہودیوں اور نصرانیوں کا خیالِ ظاہر کر کے لکھا ہے کہ جاہل مولویوں نے ان عقائد کو اغیار سے لیکر عام کر دیا۔ جس کی وجہ سے اسلام میں فتنے پیدا ہو چکے اور ہو رہے ہیں۔ سیاست نے اس پر لکھا۔ کہ اگر علامہ اقبال علمائے احناف وغیرہ کو بلا کر ان کے روبرو اپنا نظریہ پیش کریں اور علماء کا اس بات پر اتفاق ہو جائے۔ کہ نزول مسیح و ظہور مہدی محض ڈھکوسلہ ہی ڈھکوسلہ ہے۔ تو اس سے تحریک قادیان کو اس قدر ضرر پہونچے گا۔ کہ احرار کی فتنہ آرائی۔ افتراق پروری۔ نفاق انگیزی چندہ بازی اور دشنام طرازی سے ہرگز نہیں پہونچ سکتا تعجب ہے۔ کہ سالہا سال سے احمدیوں اور غیر احمدیوں میں جنگ عقائد جاری ہے۔ لیکن علامہ اقبال سے آج تک یہ بن نہیں پڑا۔ کہ وہ ایک رسالہ یا مضمون لکھتے یا لیکچر ہی دے کر یہ کہتے۔ کہ مسیح موعود و مہدی کی آمد کا خیال ہی شریعت حقہ سے بیگانہ ہے۔ لیکن اب بھی کچھ زیادہ نقصان نہیں ہوا۔ میں علامہ اقبال سے یہ منت عرض کروں گا۔ کہ وہ ملتِ مرحومہ کے دل سے اس خیالِ باطل کو نکالنے کے لئے عملی تدابیر اختیار فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں۔

حکومت پر ایک الزام

علامہ اقبال نے اپنی تحریر زیر بحث میں حکومت پر مرزائیت نوازی کا الزام لگایا ہے سیاست حکومت سے مطالبہ کر چکا ہے۔ اور اس مطالبہ کی اب تجدید کرتا ہے۔ کہ وہ اس خیال کی تردید یا تصدیق کرے۔ اس لئے کہ علامہ ممدوح کی اعلیٰ حیثیت کے مسلمان کی طرف سے ایسا الزام لگنے کے بعد حکومت کی خاموشی مجرمانہ ہوگی۔ علامہ ممدوح نے اپنے بیان میں رائج الوقت آزادیٔ عقائد کو مضر بتایا ہے۔ لہذا سیاست نے آپ سے باادب التجا کی ہے۔ کہ آپ براہِ نوازش فرمائیں۔ کہ آپ انگریزوں سے کیا توقع رکھتے ہیں۔ کہ وہ آزادیٔ عقائد پر کون کونسی پابندیاں عائد کریں۔ تاکہ مرزائی فرقہ کی طرح کے مختلف گروہ پیدا ہی نہ ہو سکیں۔ تاہم سیاست نے باادب علامہ اقبال کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا تھا۔ کہ چکڑالوی اور مرزائی فرقہ کے علاوہ ملت میں جس قدر فرقے نمودار ہوئے۔ وہ سب ہندوستان سے اور انگریزوں کی حکومت کے حلقۂ اثر سے باہر پیدا ہوئے۔ لہذا حکومت حاضرہ کی روش کو افتراق بین المسلمین کا سبب قرار دینا کچھ صحیح نظر نہیں آتا۔

گذشتہ بیس سال کی بات

علامہ اقبال نے اس بیان میں احرار کی موجودہ شرارت کے جواز کی دلیل یہ پیش کی ہے۔ کہ ختم نبوت سے انکار کی وجہ سے مسلمانوں میں جو اختلاف پیدا ہوا ہے۔ یہ ہر پہلے اختلاف سے بدتر ہے۔ اگرچہ شیعہ اور سنی۔ حنفی اور وہابی اور دوسرے ایسے جھگڑوں کے متعلق ڈاکٹر صاحب کی رائے سے مجھے اختلاف ہے۔ اور میں آپ سے عرض کر سکتا ہوں کہ شیعہ اور سنی اور حنفی اور وہابی اسی طرح یکجا نماز نہیں پڑھتے۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات ازدواج قائم نہیں کرتے جیسے احمدی اور غیر احمدی تاہم اس دلیل کو ترک کر کے میں علامہ ممدوح سے استصواب کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ کیوں چودھری ظفر اللہ خان کے تقرر کے بعد ان کی محبت ختم رسل (فداہ ابی و امی) میں جوش آیا۔ اور کیوں اس سے پہلے وہ اس میدان میں نہ اترے۔ حالانکہ اس فتنہ کی عمر کشمیر کمیٹی اور چودھری صاحب کے تقرر سے کوئی تیس سال کے قریب زیادہ ہے۔ کیا وجہ ہے۔ کہ چودھری صاحب کے رکن پنجاب کونسل منتخب ہونے کے وقت یا ان کے سائمن کمیٹی کا ممبر منتخب ہونے پر یا ان کے اول مرتبہ سر فضل حسین کی جگہ مقرر ہونے پر یا مرزائیوں کی متعدد دیگر تحریکات کے زمانہ میں آپ نے اس گروہ کے خلاف علمِ جہاد بلند نہ کیا۔

تاریخ عالم کا ایک سبق

علامہ اقبال کا مطالعہ بہت وسیع ہے وہ مرزائیوں کی سیاسی مخالفت کے جواز میں اتحاد ملت کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ اگر بالفرض اس بات سے قطع نظر بھی کر لی جائے کہ احمدیوں کے سیاسی لحاظ سے علیحدہ ہونے کے بعد پنجاب کی وہ مسلم اکثریت جس کے لئے ہم گذشتہ دس سال سے لڑ رہے ہیں۔ برباد ہو جائے گی۔ اور اس کے بعد شیعہ علیحدہ نیابت کے اس مطالبہ کو جو گذشتہ پانچ سال سے پیش کر رہے ہیں۔ زیادہ قوت سے پیش کر کے ملت کی صف میں مزید انتشار کا باعث ہو جائینگے۔ میں علامہ ممدوح سے یہ پوچھنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ وہ تاریخ عالم میں سے مجھے ایک مثال ایسی بتا دیں جس سے یہ ثابت ہو۔ کہ جب کسی امت میں ایک دفعہ عقیدہ کا اختلاف پیدا ہو چکا ہو۔ تو پھر وہ تبلیغ یا بحث یا مقاطعہ یا مجادلہ یا تشدد سے مٹ گیا ہو۔ مجھے یقین ہے۔ کہ وہ اس کی ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکیں گے۔ بلکہ دنیا جانتی ہے۔ کہ بدھ مت والوں اور برہمنوں نے ہندوستان میں اور رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ عیسائیوں نے یورپ میں اور خوارج شیعہ اور سنی مسلمانوں نے شام عراق اور عرب میں اختلاف عقائد کی وجہ سے ایک دوسرے کو قتل کرنے برباد کرنے اور زندہ جلا دینے کے بعد اگر کسی اصول پر صلح کی۔ تو وہ اصول یہی تھا۔ کہ انہوں نے اختلافِ عقائد کو گوارا کر لیا۔ اگر تاریخ کا یہ سبق ناقابل انکار ہے۔ تو کیا یہ حقیقت اندوہناک نہیں۔ کہ علامہ اقبال کا سا بلند پایہ مسلمان ملت کو مجادلہ و مقاطعہ کا سبق دیتا ہے۔ اور یہ نہیں کہتا۔ کہ اختلافِ عقیدہ کو بحث و مباحثہ کے لئے ترک کر کے سیاسی لحاظ سے متحد ہو جاؤ۔ اور لطف یہ کہ علامہ ممدوح مسلمانوں کو افتراق کی دعوت دیتے ہوئے خود مرزائیوں سے سیاسی طور پر اتحاد پیدا کر رہے ہیں۔ چونکہ مقالہ امروزہ طویل ہو گیا ہے۔ لہذا میں اس بحث کو اشاعت فردا میں مکمل کرونگا:۔ وباللہ التوفیق

چکوال کے سلور جوبلی کے جلسہ میں احراریوں کی شرکت

سلور جوبلی کے جلسہ کے لئے جب یہاں چندہ جمع کیا گیا۔ تو مجالس احرار نے بحکم صدر چندہ دینے سے بالکل انکار کر دیا۔ اور کہا۔ کہ ہم اس خوشی میں ہرگز شریک نہیں ہو سکتے۔ پچیس سال ہم نے اس حکومت سے جوتیاں کھائیں۔ اور ہماری چیخ و پکار کی ذرہ بھر پروانہ کی گئی۔ پھر ہم کس برتے پر چندے دیں۔ اور خوشیاں منائیں۔ دور کی باتیں تو خیر نسیاً منسیاً ہو گئیں۔ کیا ہم نے چودھری ظفر اللہ خان کی عدم تعیناتی پر تھوڑا زور لگایا۔ لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ پھر کراچی کے بیگناہ مسلمانوں پر گولی چلائی گئی۔ اور ہمارے شور و غوغا سے حکومت کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی

لیکن جشن سلور جوبلی کی جب ۶ر تاریخ آئی۔ تو سیکرٹری انجمن احرار چکوال اور سیکرٹری شبان المسلمین معہ اپنے ممبران اور سیکرٹری و صدر انتظامیہ کمیٹی احرار مولوی کرم دین بھیں وغیرہ کے دو دن تمام کھیلوں تماشوں اور ڈراموں وغیرہ کے دیکھنے میں شریک ہوئے۔ اور ٹی پارٹی میں خوب چاء مٹھائی اڑائی۔ نظموں اور مدحیہ قصیدوں کے پڑھے جانے پر احراری اظہار خوشی کے لئے تالیاں بجاتے اور ہُو ہُو کرتے مولوی کرم دین صاحب نے بھی اپنا قصیدہ شروع کیا۔ مگر اسے ختم نہ کر سکا۔

یہ ہے ان لوگوں کی حقیقت جو کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں:۔ (نامہ نگار)

وصیتیں

نمبر ۱۳۱۰ :- منکہ رمضان بی بی زوجہ صوفی غلام محمد قوم آرائیں پیشہ زمیندارہ عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت سنہ ۱۹۳۱ء ساکن چک عـ ۲۷ الف ڈاکخانہ کاچیلو تحصیل جیمس آباد ضلع تھرپارکر سندھ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲/۳/۳۵ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ زیورات چاندی و سونا قیمتی ۱۵۰/- روپیہ۔ مہر مبلغ ۱۵۰/- روپیہ میزان کل ۳۰۰/- تین صد روپیہ۔ نوٹ:- مہر ابھی خاوند کے ذمہ ہے۔

العبد:- رمضان بی بی زوجہ غلام محمد سکنہ چک عـ ۲۷ الف تھرپارکر سندھ۔

گواہ شد:- بقلم خود صوفی غلام محمد خاوند موصیہ چک عـ ۲۷ الف۔

گواہ شد:- مہرالدین سکنہ چک عـ ۲۷ الف۔

نمبر ۱۳۱۱ :- منکہ فتح محمد ولد شیخ قادر بخش قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر تقریباً ۴۷ سال تاریخ بیعت سنہ ۱۹۲۸ء ساکن لاہور مسلم گنج مزنگ ضلع لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲/۳/۳۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

اس وقت میری جائداد کوئی نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمدید وضعات مبلغ ۱۲۵/- ایک سو پچیس روپیہ ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے وقت جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد فتح محمد بقلم خود کلرک جنرل پوسٹ آفس لاہور

گواہ شد:- محمد شفیع کلرک لسٹ آڈٹ سٹاف۔ سی۔ ایم۔ ای۔ لاہور

گواہ شد:- غلام مصطفےٰ سیکرٹری وصایا لاہور۔

نمبر ۱۳۱۸ :- منکہ علی محمد ولد حیات محمد صاحب موچی ساکن ادرحمہ ڈاکخانہ بھابڑہ تحصیل بھلوال ضلع شاہپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲۷/۳/۳۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اس وقت ایک مکان خام رقبہ تین مرلہ جو کہ ملکیت مالکان گاؤں والوں کی ہے۔ لیکن چھت میرا اپنا ہے۔ جو کہ تخمیناً تیس روپیہ کا ہے۔ ایک گائے قیمتی پچاس روپیہ اور ایک بھینس چالیس روپیہ قیمت کی ہے۔ اس وقت میں مجرد آدمی ہوں۔ ایک بوڑھی والدہ ہے۔ میرا گذارہ مزدوری پر ہے۔ جس کی آمد کا دسواں حصہ دیتا رہوں گا۔ میرا قریبی وارث کوئی نہیں ہے۔ اگر تو میرا حقیقی وارث کوئی پیدا ہو جائے تو میری وفات کے بعد مال متروکہ کے دسویں حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ ہوگی۔ ورنہ بصورت دیگر میرے مال متروکہ کی وارث صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میری نعش قادیان پہونچانے کی ذمہ وار بھی صدر انجمن احمدیہ ہی ہوگی۔ العبد:- علی محمد ولد حیات محمد موچی موصی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:- بقلم خود خدا بخش سیکرٹری مال۔ گواہ شد:- کاتب محمد دین مدرس بقلم خود۔ گواہ شد:- عبدالمجید امام الصلوٰۃ۔

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

امرتسر ۱۵ مئی۔ پولیس حکومت کے خلاف کسی مفروضہ پولیٹیکل سازش کی تلاش میں سرگرمی سے مصروف ہے۔ ایک شخص فیروز نامی کو گرفتار کیا گیا ہے۔ اس پر الزام یہ ہے۔ کہ اس نے بعض سرکاری حکام کو سلور جوبلی کی تقریب منانے سے روکنے کے لئے دھمکی آمیز خطوط لکھے۔ اس کا دس روز کا ریمانڈ لیا گیا ہے۔ ۱۱ مئی کو بعض مکانات اور ایک سکول کی پولیس نے تلاشی لی۔ کل ایک ڈاکٹر کے مکان اور دکان کی تلاشی لی گئی ہے۔ ایک پولیٹیکل ورکر کی تلاشی بھی ہو رہی ہے۔

لاہور ۱۵ مئی۔ پولیس ایک سازش کا سراغ لگانے میں مصروف ہے۔ پولیس نے کئی سیاسی کارکنوں کے مکانات پر چھاپے مارے۔ اور مختلف اشیاء پر قبضہ کر کے انہیں زیر حراست کر لیا ہے۔ ایک سیاسی کارکن کے قبضہ سے پانچ گولیوں والا ریوالور ملا۔ پولیس کا خیال ہے۔ کہ پنجاب میں نوجوانوں کا ایک گروہ ہے۔ جو خفیہ طور پر گورنمنٹ کے خلاف کام کر رہا ہے۔ سلور جوبلی کے موقعہ پر یہ لوگ کوئی خطرناک قدم اٹھانا چاہتے تھے۔ تمام گرفتار شدگان کو شاہی قلعہ میں رکھا گیا ہے۔

نئی دہلی ۱۵ مئی۔ سی۔ آئی۔ ڈی میرٹھ اور دہلی میں دھڑا دھڑ گرفتاریاں کر رہی ہے۔ دونوں شہروں میں بیک وقت کئی مکانات پر چھاپے مارے گئے اس وقت تک بارہ اشخاص گرفتار کئے جا چکے ہیں۔ مزید گرفتاریوں کی توقع ہے

کراچی ۱۵ مئی۔ شکارپور کی اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ صبح ساڑھے سات بجے زلزلہ کے پانچ شدید جھٹکے محسوس ہوئے۔ راہگیر گر گئے۔ دیواروں پر آویزاں تصاویر ٹوٹ گئیں۔ جانی نقصان کوئی نہیں ہوا

کلکتہ ۱۵ مئی۔ ایک متمول موپلا نے نو اشخاص کی دعوت کی۔ جس کے بعد سارے کے سارے مہمان میزبان سمیت ہیضہ میں مبتلا ہو گئے۔ اور اسی سے فوت ہو گئے۔

لاہور ۱۵ مئی۔ لاہور میونسپلٹی کے معاملات زیادہ خطرناک صورت اختیار کر گئے ہیں۔ ۲۵ ممبروں نے صدر سے مطالبہ کیا تھا۔ کہ سب کمیٹیوں کے لئے اجلاس فوراً بلایا جائے۔ مگر صدر نے جواب دیا ہے کہ چونکہ میرے خلاف شکایات لوکل سیلف گورنمنٹ کے پاس گئی ہوئی ہیں۔ اس لئے جب تک یہ فیصلہ نہ ہو جائے۔ کہ میرا رویہ واقعی قابل اعتراض تھا یا نہیں۔ میں کوئی کارروائی کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ معلوم ہوا ہے کہ بیگم شاہنواز صاحب ملک محمد الدین صاحب صدر کی امداد کے لئے بذریعہ ہوائی جہاز انگلستان سے آ رہی ہیں۔

والاپورم (مدراس) ۱۴ مئی۔ ایک موضع میں آتش بازی کو آگ لگ جانے کی وجہ سے ساری کی ساری عمارت اڑ گئی جس سے ۱۴ اشخاص ہلاک ہو گئے۔

لندن (بذریعہ ڈاک) برطانوی سلطنت کے لئے فارن پالیسی کا فیصلہ کرنے کے لئے وزیر اعظم۔ وزیر خارجہ اور نو آبادیات کے وزراء کی میٹنگ ہوئی سر جوزف بھور کا مرس ممبر حکومت ہند بھی میٹنگ کے وقت وہاں موجود تھے لیکن ہندوستان کو چونکہ درجہ نو آبادیات حاصل نہیں۔ اس لئے انہیں کارروائی کے وقت باہر بھیج دیا گیا۔

کلکتہ ۱۵ مئی۔ میمن سنگھ سے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ سریا باری سب ڈویژن میں کل رات سخت آندھی آئی۔ جس سے مقامی سکول۔ تھانہ۔ پوسٹ آفس اور بیوٹ کے گوداموں کی چھتیں اڑ گئیں تاروں کے کھمبے اکھڑ گئے۔ جہازوں کی آمد و رفت رک گئی۔ ایک شخص کی موت دکان کے چھت گرنے سے واقع ہوئی

کابل (بذریعہ ڈاک) مفصلات سے ایک دلچسپ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ ایک شخص کی قبر پر جس کی وفات ایک سو ۴۲ سال قبل واقع ہوئی تھی۔ اس کا کوئی رشتہ دار فاتحہ خوانی کے لئے گیا۔ اور دیکھا کہ قبر میں بڑا سوراخ ہے۔ اس نے اس میں سے جھانک کر دیکھا۔ تو لاش بالکل درست حالت میں نظر آئی۔ حتی کہ کفن بھی بدستور پایا گیا۔

لاہور ۱۲ مئی۔ سلور جوبلی کی شب لائل پور میں بجلی کی رو فیل کر دینے کے الزام میں بھگت سنگھ کے بھائی کلبیر سنگھ کی گرفتاری کی خبر پہلے دی جا چکی ہے پولیس اسے لاہور لے آئی ہے اور شاہی قلعہ میں رکھا گیا ہے۔

لندن ۱۳ مئی۔ آج دارالعوام میں انڈیا بل پر بحث شروع ہوئی۔ تو لارڈ پرسی نے ہندوستان کے قدیم اور اصل باشندوں کے مفاد کے لئے بعض اصول پیش کئے۔ اور کہا کہ ان لوگوں کے مفاد کی حفاظت گورنر کی خاص ذمہ داریوں میں شامل کر دی جائے۔ آپ نے حکومت سے استدعا کی۔ کہ ہندوستان کے اصلی باشندوں کے متعلق دارالعوام کو صحیح معلومات بہم پہنچانے کے لئے ایک آزاد کمیشن مقرر کیا جائے۔

منیلا ۱۴ مئی۔ فلپائن نے غالب اکثریت سے کامن ویلتھ کانسٹی ٹیوشن کو منظور کر لیا ہے۔ مظاہروں کے لئے بھاری انتظامات کے باوجود تمام کارروائی پر امن طریق سے عمل میں آئی۔

جبل پور ۱۵ مئی۔ حکومت بھوپال نے مسٹر آرمسٹرانگ کو خواجہ محمد اکرم صاحب کی بجائے ریاستی پولیس کا انسپکٹر جنرل مقرر کیا ہے۔ خواجہ صاحب ریٹائر ہو گئے ہیں۔

لاہور ۱۴ مئی۔ سٹی بنچ میں مولوی اختر علی مالک زمیندار اور زمیندار کے بعض دوسرے کارکنوں کے خلاف سٹینڈرڈ ٹائپ فونڈری کے ایک ملازم کے استغاثہ کی سماعت ہوئی۔ بناء مقدمہ یہ ہے کہ مدعی عدالت خفیفہ کے فیصلہ کے مطابق مینجر زمیندار کی گرفتاری کے وارنٹ لے کر بیلفوں کے ساتھ دفتر زمیندار میں گیا۔ تو ملزمان نے اسے زدوکوب کیا اور گالیاں دیں۔ یہ وارنٹ عدم ادائیگی ڈگری کی وجہ سے تھا۔ مقدمہ ۶ جون پر ملتوی ہوا۔

بمبئی ۱۴ مئی۔ حکومت بمبئی نے ایک طویل ریزولیوشن شائع کیا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ اچھوت تمام ملکی سہولتوں سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔ حکومت یا اس کے ارکان ملکی سہولتوں اور ملازمتوں میں اچھوتوں کے متعلق کسی قسم کے امتیازات قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتی۔ محکمہ تعلیم کے افسروں کو ہدایت کی گئی ہے کہ اچھوت طلبہ سے کوئی بدسلوکی نہ کریں۔ اور حفظان صحت کے افسروں کو اچھوت مریضوں کی پوری پوری نگہداشت کی ہدایت کی گئی ہے۔ بلدیہ کے حکام کے نام احکام جاری کئے گئے ہیں۔ کہ کنوؤں تالابوں اور دیگر ایسے ہی امور میں اچھوتوں سے مساوی سلوک کیا جائے۔

کراچی ۱۴ مئی۔ دادو کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ موضع امری میں شدید ژالہ باری ہوئی۔ متعدد اشخاص مجروح اور بعض مویشی ہلاک ہو گئے۔ اولوں کی بوچھاڑ نے جھونپڑے مسمار کر دئے۔ فصلوں کو سخت نقصان پہنچا ہے

لاہور ۱۴ مئی۔ محکمہ زراعت کے ارباب حل و عقد کا اندازہ ہے۔ کہ اس سال گندم کی پیداوار میں ۲ لاکھ ۴۹ ہزار ۹ سو ٹن کا اضافہ ہوگا۔ اس فصل کی مجموعی پیداوار ۳۵ لاکھ ۷۸ ہزار ۴۰۰ ٹن ہوگی۔

ماسکو (بذریعہ ڈاک) گذشتہ ماہ میں ماسکو اور لینن گراڈ میں قتل سے لے کر معمولی چوری کے جرم میں سو سے زائد آدمیوں کو گولی سے اڑا دیا گیا۔ روس کے ان سب سے بڑے دو شہروں میں جرائم کی وارداتیں اس کثرت سے ہو رہی ہیں۔ کہ حکومت نے معمولی جرائم کی سزا بھی موت تجویز کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں دیکھا۔

(عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی